Al-Mīthāq *(Research Journal of Islamic Theology)*
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 03, **Issue** 03, October-December 2024, **PP**: 155-173
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

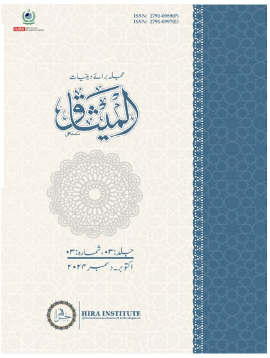

قرآن وسنت کے تناظر میں نظریہ مساوات کے معاشی وسیاسی پہلو

Economic and Political Aspects of Equity: A Study in the Context of Qur'ān and Sunnah

1. Dr. Abdul Ghaffar abdulghaffar@iub.edu.pk	*Lecturer,* *Department of Fiqh and Shariah,* *The Islamia University of Bahawalpur.*
2. Dr. Amin Ullah Qazi aminullah456@gmail.com	*Assistant Professor / HOD,* *Department Islamic Studies,* *Government Graduate College Layyah.*

How to Cite: Dr. Abdul Ghaffar and Dr. Amin Ullah Qazi. 2024: "Economic and Political Aspects of Equity: A Study in the Context of Qur'ān and Sunnah". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 3 (03): 155-173.

Article History:

Received:	**Accepted**:	**Published**:
29-11-2024	10-12-2024	31-12-2024

Copyright: **©The Authors**

Licensing: This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

قرآن وسنت کے تناظر میں نظریہ مساوات کے معاشی وسیاسی پہلو

Economic and Political Aspects of Equity: A Study in the Context of Qur'ān and Sunnah

1. **Dr. Abdul Ghaffar**
Lecturer, Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur.
abdulghaffar@iub.edu.pk

2. **Dr. Amin Ullah Qazi**
Assistant Professor/HOD,
Department Islamic Studies, Government Graduate College Layyah.
aminullah456@gmail.com

Abstract

For the stability of any state, it is essential for its economy to be strong. A strong economy and the abundance of wealth not only reflect the military, educational, and social prosperity of the state's citizens but also generally guarantee good governance. Moreover, at the international level, such a state is counted among the strong nations and economically weaker nations and states tend to adopt the culture, civilization, philosophy, and ideologies of these stronger nations. A prime example of this today is the Muslim world, which adopts the philosophies, ideologies, and social systems of the West solely due to its economic strength.The rulers of any poor nation, from which they borrow for educational systems, military needs,and personal necessities, unconsciously or consciously accept the ideologies and social systems of those lending nations and attempt to impose their customs and traditions on their own country.The economic system introduced by Islam, which was later implemented across three continents and surpassed other economic systems in superiority, owed its prominence to the unique characteristics of this system that other economic systems lacked. For example, all humans were declared equal in economic rights, and individuals were commanded to lead their economic lives with their family members based on the principles of equality, where everyone shares a common table. Profit and loss were to be equally shared, ensuring no one would depend on others. Wealth was to remain in circulation, and hoarding was prohibited. Through *infāq fī sabīl Allāh* (spending in the way of Allah), every individual was obligated to share their wealth with others. Islam's political system is characterized by consultation and democracy. Any knowledgeable, pious, intelligent, mature, Muslim, and visionary person could be appointed as a ruler, who would then be considered a servant of the people. This kind of political system brings blessings, ensuring the state's strength both nationally and internationally and fostering the revival of Islam.

Keywords: *Prosperity, Education, Economy, Political System, Customs and Traditions, Islam.*

1. تمہید

مساوات سے مراد ایک ہی معاشرے کے تمام لوگوں کو ایک جیسے حقوق اور مواقع کا میسر آنا ہے۔ مساوات کا ہرگز نہیں ہے کہ ہر انسان کو ضروریات زندگی مساوی طور پر دستیاب ہوں یا تمام لوگوں کے پاس برابر چیزیں موجود ہوں، بلکہ مساوات کا مفہوم یہ ہے کہ قانون کی نگاہ میں تمام بنی آدم برابر ہیں۔ معاشرے کے تمام لوگوں کو معاش، تعلیم، صحت اور ٹرانسپورٹ وغیرہ کی سہولتیں برابری کی سطح پر ملیں۔ ہر کسی کو برابر شہری حقوق حاصل ہوں اور کسی بھی انسان کو مذہب، خاندان، عمر، رنگ، عہدہ یا دولت کے

باعث کوئی امتیازی حیثیت حاصل نہ ہو۔

انسانی زندگی کو ایک اکائی سے بھی تعبیر دی جاسکتی ہے جو انفرادی رائے کے اختلاف باوجود معاشرتی اجتماعیت سے بھی عبارت ہے۔ اسی وحدت کو ہر شخص نے اپنے رائے اور فعل کی آزادی اور اختیار سے مختلف حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ اسی لئے ہمیں لوگوں کی معاشرت اور معاملات بعض اوقات مشکل اور اکثر آسانی کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔ اسلام مسلمانوں کو معاشرت اور معاملات میں انفرادیت اور ہر کسی کی شخصیت کو قائم رکھنے کے اصول بتاتا ہے۔ انفرادیت بر قرار رکھنے والے یہ اصول نظریہ مساوات کے تحت وضع ہوئے ہیں تاکہ لوگ فطرت کے مطابق زندگی گزاریں اور معاشرتی فساد ختم کیا جاسکے۔ اسی طرح اس کا ایک اور سبب کہ لوگ تمام فضیلت وعطائے ربانی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ایک فلاحی ومثالی معاشرہ قائم کرنے میں کامیاب ہوسکیں۔

کسی بھی ریاست کے استحکام کے لیے اس ریاست کی معیشت کا مضبوط ہونا ضروری ہوتا ہے۔ مضبوط معیشت اور مال و دولت کی فراوانی ریاست کے افراد کی عسکری، تعلیمی اور معاشرتی خوشحالی کو جہاں ظاہر کرتی ہے، وہاں اچھے معاملات کی بھی عمومی طور پر ضمانت دیتی ہے۔ اسی طرح بین الاقوامی طور پر بھی اس ریاست کو مضبوط قوموں میں شمار کرواتی ہے اور وہاں کے لوگوں کی تہذیب وتمدن، فلسفہ اور نظریات کو معاشی طور پر کمزور قومیں اور ریاستیں اختیار کرتے ہیں۔ اس کی بہترین مثال اس وقت دنیا میں مسلمان قوم ہے جو مغرب کے نظریات، فلسفہ اور معاشرت کو صرف مضبوط معیشت کی وجہ سے ہی اختیار کرتے ہیں۔ کسی بھی غریب قوم کے حکمران جس ملک سے تعلیمی نظام، عسکری ضروریات اور ذاتی ضروریات کے لیے قرض لیتے ہیں، انہی اقوام کے نظریات اور معاشرت کو ذہنی طور پر خود بخود قبول کرکے اس قوم کے رسم ورواج کو اپنے ملک پر مسلط کرنے کی غیر شعوری وشعوری کوشش کرتے ہیں۔ اسلام نے جو معاشی نظام عرب میں متعارف کروایا اور پھر یہ دنیا کے تین براعظموں پر عمل درآمد کی شکل میں دنیا کے دیگر معاشی نظاموں پر فوقیت کے درجے میں رہا۔ اسی طرح اسلام کا سیاسی نظام شورائیت اور جمہوریت کا مرکب ہے، جس سے مساوات کا عنصر سامنے آتا ہے اور معاشرے میں امن اور خوشحالی پیدا ہوسکتی ہے۔ اس حوالے سے اس مضمون میں نظریہ مساوات کے اصول معیشت اور سیاست کو شریعت مطہرہ کی روشنی میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسلامی نظریہ مساوات کے اصول معیشت کو اس انداز میں بیان کیا جاسکتا ہے:

2. اسلامی نظریہ مساوات میں اصولِ معیشت

معیشت اور معاش پر انسانی زندگی کا دارومدار ہے اس لیے ضروری ہے کہ انسان کو یہ دونوں بنیادی ضروریات اس کے مزاج کے عین مطابق دی جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کو پیدا فرما کر کائنات میں اس کے لیے معاش اور معیشت کا سامان بھی پیدا کیا، تاکہ انسان کائنات میں اس بنیادی ضرورت کی فراہمی نہ ہونے کی بنا پریشان نہ ہو اور پھر تمام انسانوں کو جس طرح معاشرت میں برابر قرار دیا ،اسی طرح معیشت کی بنیاد بھی اصلاً مساوات انسانی پر رکھی گئی۔ اس نظریہ کے تحت سب انسانوں کو حق معیشت میں برابر قرار دیا گیا اور معاشی زندگی کو ایک صالح کنبے کے افراد کے ساتھ اصول مساوات پر گزارنے کا حکم دیا، جس میں دسترخوان سب کے لیے ایک ہو نفع میں سب برابر ہوں اور کوئی ایک دوسرے کا محتاج نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فراہم کردہ رزق میں سب شامل ہوں۔

انسان نے اپنی ضروریات کے تحت معاشی قوانین وضع کیے جن میں سے بیشتر قوانین شرعی قوانین سے متصادم نظر آتے ہیں کیونکہ معاشی قوانین میں انسانی طبقات نے اپنے مفادات کے پیش نظر ردوبدل سے کام لیا ہے اور اس طرح معاشی انحطاط کی طرف معاشرے کو دھکیلا گیا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں اسی معاشی انحطاط کے تحت معیشت کو چند طبقات تک محدود کر دیا گیا تھا، جس کے

نتیجہ میں اہل مکہ تاجر، یہودی سرمایہ دار اور اہل یثرب مزارعین یعنی زراعت پیشہ بنے اور اس میں اجارہ دارانہ نظام متعارف ہوا۔ اس طریقے سے غریب اور متوسط طبقہ استحصال کا شکار ہوا اور معاشی نظام میں انسانیت محض ایک لفظ کی شکل میں باقی رہ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس دور انحطاط میں اپنے نبی ﷺ کے ذریعے معیشت کا ایک مساویانہ نظام متعارف کروایا اور پھر اسے معاشرے میں سب کے لئے برابر نافذ فرمایا۔ اسلام کا یہ معاشی نظام دنیا کے لئے آج بھی معاشی مسائل کا حل پیش کرتا ہے، کیونکہ دنیا میں رائج سرمایہ دارانہ نظام سراسر طبقاتی نظام ہے۔ جس کی بنیاد ہی استحصالیت پر ہے۔ اسلام اپنے نظام معیشت میں مساوات کا دعویٰ کرتا ہے اور یہ دعویٰ اپنے بھرپور دلائل کے ساتھ ثابت بھی ہوتا ہے۔ قرآن وحدیث سے اس مساویانہ نظام کو چار نکات کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔ یہ نکات ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے اپنی کتاب "پیغمبر اعظم وآخر" میں بیان کیے ہیں جس کا خلاصہ چار نکات میں بیان کیا جارہا ہے:

1. ایسا نظام معیشت قائم کیا گیا جو ہر متعلقہ فرد کی معاشی زندگی کا کفیل بنے اور اپنے دائرہ عمل میں کسی بھی فرد کو معاشی زندگی اور اس کی بنیادی ضروریات سے محروم نہ رکھے، اس لیے حق معیشت میں مساوات کو بنیادی درجہ دیا گیا ہے۔
2. ایسا نظام معیشت پیش کیا گیا جس میں ایسے اسباب کا قلع قمع کیا گیا جو معاشی دستبرد کا موقع مہیا کر کے افراد انسانی کے درمیان ظلم واستبداد کی راہیں کھولتا تھا اور جاہلیت کے نظام معیشت کا موجب تھا، اس لئے زرپرستی اور حرص مال کی مذمت کی گئی۔
3. ایسا نظام معیشت قائم کیا گیا جس میں دولت اور اسباب کے مساویانہ حقوق فراہم کیے گئے، خاص کر ایسے اسباب کا قلع قمع کیا گیا جو دولت اور اسباب دولت کو صرف کسی خاص طبقہ یا افراد تک محدود رکھتے تھے جس کی وجہ سے معاشی نظام تمام انسانیت کی بجائے مخصوص طبقوں کے اغراض کا آلہ کار بن کر نہ رہ جائے۔
4. ایسا معاشی نظام قائم کیا گیا جس میں محنت اور سرمایہ کے درمیان توازن قائم کیا گیا اور آجر ومزدور کے درمیان فرق کو ختم کیا گیا تاکہ معاشی مساوات کا دروازہ بند نہ ہو۔[1]

قرآن وسنت کی روشنی میں معیشت ومعاش میں مساوات کے مندرجہ ذیل اصول ملتے ہیں:

2.1 حق معیشت میں مساوات

رزق اور معاش کا حقیقی تعلق صرف اور صرف اللہ رب العزت کی ذات اقدس سے وابستہ ہے جو ہر فرد کا کفیل ہے۔ بظاہر اس کی مصلحت عام اور حکمت تام کا تقاضا یہ ہے کہ دنیا کے اس متنوع ماحول میں رزق اور حصول رزق میں تفاوت درجات موجود ہوں۔ لیکن امارت وغربت کے فطری تنوع کے باوجود ہر فرد کو معیشت کا حق دیا گیا کیونکہ اس نے حق معیشت کو سب کے لیے یکساں اور مساوی رکھا ہے اور کسی کو بھی اس حق مساوات میں دخل اندازی کا حق نہیں دیا۔ اس لیے روزی اور رزق کا ذمہ اللہ رب العزت نے خود اپنے پاس رکھا اور اس میں تمام مخلوقات کو رزق کی فراہمی میں برابری عطاء کی، اس کے دلائل حسب ذیل ہیں، جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے:

- وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَي اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَاكُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔[2]

اور زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ نے اپنے ذمے نہ لے رکھا ہو، وہ اس کے مستقل ٹھکانے کو بھی جانتا ہے اور عارضی ٹھکانے کو بھی۔ ہر بات ایک واضح کتاب میں درج ہے۔

- وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ۔[3]

اور تمہارا رزق اور جس شے کا تم وعدہ دیئے گئے ہو آسمان میں یعنی اللہ کے ذمہ ہے۔

- وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔[4]

اور ہم نے تمہارے لیے زمین میں معیشت کے سامان بنا دیئے اور تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔

- اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ۔[5]

بے شک اللہ ہی روزی دینے والا ہے جو بڑی قوت والا مضبوط ہے۔

رزق کی تنگی کے باعث اولاد کو قتل سے منع فرمایا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

- وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَۃَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُھُمْ وَاِیَّاکُمْ۔[6]

اور تم اس غربت و پریشانی کے ڈر سے اپنی اولاد کو نہ مار ڈالا کرو ہم تمہیں بھی روزی دیتے ہیں اور انہیں بھی۔

ان آیات میں حق معیشت میں مساوات کا جس قدر صاف اور واضح اعلان ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ علامہ آلوسیؒ "روح المعانی" میں سورۃ النحل کی مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں حق معیشت میں مساوات کی وضاحت اس انداز میں کرتے ہیں:

> اللہ کریم نے ہم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں برتری عطاء کی ہے جنہیں اس برتری سے نوازا گیا ہے وہ اپنے عنایت کیے گئے رزق میں سے کچھ حصہ اپنے سے رزق میں کمتر افراد پر کیوں نہیں لوٹا دیتے، تاکہ وہ حق رزق میں ان کے برابر ہو جائیں۔ اللہ کریم فرماتا ہے حالانکہ ان تمام کا رازق تو میں ہی ہوں لہٰذا دنیوی آقا اور ماتحت اصل حق رزق میں برابر ہیں اگرچہ ہم نے یعنی دنیوی نظم معیشت چلانے میں وزن اور کیفیت رزق میں اس برابری کو قائم نہ بھی رکھا ہو۔[7]

نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہؓ کی تربیت بھی اسی نہج پر فرمائی تاکہ بات صرف حکم تک باقی نہ رہے بلکہ نمونہ بھی موجود اور عمل میں آسانی بھی ہو۔ سیدنا ابوذر غفاریؓ کا یہ واقعہ اس بات کی بہترین دلیل ہے، جسے ابن سعد نے طبقات الکبری میں نقل کیا ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ کو ایک دن دو چادریں اوڑھنا تھیں مگر انہوں نے ایک ہی کو اپنا تہہ بند بنالیا، اس طریقہ سے کہ اس کا ایک حصہ لمبا چھوڑ کر اسے بدن ڈھانپنے کی چادر بنا لیا اور ایک چادر اپنے ماتحت غلام کو دے دی۔ پھر جب وہ باہر لوگوں میں تشریف لائے تو لوگوں نے عرض کیا اگر آپ ہی وہ دونوں چادریں اوڑھ لیتے تو زیادہ اچھے اور خوبصورت لگتے۔ فرمانے لگے: بات تو تمہاری درست ہے مگر میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سن لیا تھا کہ اپنے ماتحتوں، کمزوروں کو وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو۔[8]

> ان اخوانکم خولکم جعلھم اللہ تحت ایدیکم فمن کان اخوہ تحت یدہ فلیطعمہ مما یاکل ولیبسہ مما یلبس۔[9]
>
> یقیناً تمہارے ماتحت تمہارے بھائی ہی تو ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت بنایا ہے، لہٰذا جس کسی کا کوئی بھائی اس کے ماتحت ہو اس کو وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے حق معیشت میں مساوات جیسے اصول کو مدینہ کی اسلامی ریاست میں بنیادی درجہ عطاء کیا اور زمانہ جاہلیت کی تجارتی، سرمایہ دارانہ، جاگیردارانہ معیشت کا خاتمہ کیا۔ یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرامؓ میں سے بعض تو ایسے تھے کہ اپنے پاس ضرورت سے زائد اشیاء بالکل نہیں رکھتے تھے بلکہ کمزوروں، محتاجوں، غریبوں اور نادار لوگوں میں تقسیم فرما دیتے، اس کا اثر یہ پڑا کہ غریب اور نادار لوگوں نے معاشرے میں اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کیا۔

2.2 زر پرستی اور حرص مال کی مذمت

اسلام نے معاشرے میں اجتماعیت کو قائم رکھنے کے لیے انفرادیت کا خاتمہ کیا اور معاشی نظام میں سرمایہ دارانہ نظام اور

جاگیر دارانہ نظام کی ظالمانہ روشوں کو زر پرستی اور حرص مال کی مذمت کی صورت میں دور کیا تاکہ اموال کے ذریعے عوام الناس کا استحصال نہ ہو اور معاشرے میں معاشی درجہ بندی میں تدریجاً کمی واقع ہو۔ غرباء اور فقراء معاشرے میں زندہ رہ سکیں، کیوں کہ زر پرستی، دولت دنیا کی حرص وہوس اور مال ودولت پر فخر وغرور انسان کی گمراہی اور اس کی تباہی کے سب سے بڑے اسباب ہیں اور یہی وہ عناصر ہیں جو انسان کو انسانیت سے بھی گرا دیتے ہیں۔ جس سے معاشی تفاوت کے ساتھ ساتھ معاشرتی تفاوت میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور پھر عدم مساوات کے ذریعے چند لوگ صاحب مال وجاہ بن بیٹھتے ہیں۔ قرآن میں حب مال اور حرص مال کی شدید مذمت نازل ہوئی ہے۔ مندرجہ ذیل آیات مبارکہ اس پر دلالت کرتی ہیں:

- اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُحَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔[10]

تم لوگوں کو زیادہ سے زیادہ دولت سمیٹنے کی فکر نے مشغول کر رکھا ہے یہاں تک کہ تم نے قبر جا دیکھی۔ یہ ہر گز تمہارے لیے نافع نہیں ہے جلد ہی تم اس کا انجام جان لوگے۔

- وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۢ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ۔[11]

کتنی ہی بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا جو اپنی معیشت پر اِتراتے تھے، اب دیکھ جو ان کے گھروں کو کم ہی کوئی ان کے بعد ان گھروں میں بسا ہے اور ہم ہی ان کے وارث ہیں۔

- وَمَآاَرْسَلْنَافِيْ قَرْيَةٍمِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّاقَالَ مُتْرَفُوْهَآاِنَّابِمَآاُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًاوَّمَانَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ۔[12]

ہم نے جس بستی میں بھی کوئی متنبہ کرنے والا بھیجا اس کے دولت مند لوگوں نے اس سے کہا کہ جو پیغام رسالت تم لے کر آئے ہو ہم اس کے منکر ہیں اور انہوں نے کہا کہ ہم تم سے زیادہ مال اولاد رکھتے ہیں اور ہم ہر گز عذاب پانے والے نہیں ہیں۔

مذکورہ بالا آیات میں گزشتہ اُمتوں کے احوال میں مال کی ایسی محبت بیان کی گئی ہے جس سے لوگ حق اور سچ سے دور ہو کر محض لذات دنیا میں مشغول ہوگئے اور اسی دولت کی حرص اور لالچ نے ان کو جہنم تک پہنچا دیا۔ اسلام نے ان کی اس محبت کی نفی بیان کی اور مال کی حرص سے محفوظ رکھنے کے لئے صدقات اور زکوۃ کا ایسا نظام وضع کیا، جس سے معاشرے میں دولت کی تقسیم مساویانہ ہوتی ہے اور غرباء اور فقراء مال سے محروم نہیں ہوتے۔ شریعت کے اس نظام پر عمل سے خلفاء راشدینؓ اور بعد کے مسلم ادوار میں بعض دفعہ ایسی حالت بھی پیش آئی کہ زکوٰۃ دینے والے تو تھے مگر لینے والا کوئی نہیں تھا۔ ابن عبد الحکیم نے معاشی استحکام کے حوالے سے ایک واقعہ عمر بن عبد العزیزؒ کے دور خلافت کا نقل کیا ہے۔ جس کے راوی یحیٰ بن سعد عامل زکوۃ بیان کرتے ہیں کہ:

> مجھے امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے افریقہ میں صدقات کی وصولی کے لیے روانہ فرمایا میں نے صدقات اکٹھے کیے اور ایسے محتاج لوگوں کو تلاش کیا جنہیں صدقات تقسیم کر سکوں، مگر ایسا شخص نہ ملا جو صدقہ قبول کرے بالآخر اس صدقہ کے مال سے غلام خرید کر انہیں آزاد کر دیا گیا۔[13]

اسی دور نبوت وخلافت راشدہؓ کی معاشی خوشحالی پر تبصرہ کرتے ہوئے ابن کثیر لکھتے ہیں:

> اُس دور نبوت وخلافت راشدہ میں موجودہ معاشی اصطلاحات کی طرح اگرچہ وہاں معیشت کی یہ علمی اور فنی موشگافیاں عنقا تھیں مگر عام خوشحالی اور رفاہیت کا یہ عالم تھا کہ بلالحاظ مسلم وکافر، مؤمن ومشرک مرد وعورت، صغیر وکبیر اور اجیر ومستاجر سب ہی امن واطمینان کی زندگی بسر کرتے تھے اور معاشی طور پر مطمئن تھے اور تاریخ اس پر ثبوت

فراہم کرتی ہے کہ اس دور میں ایک وقت ایسا آیا کہ لوگ صدقات کے مال کو لیے پھرتے تھے مگر اس کا قبول کرنے والا ہاتھ نہ آتا تھا۔[14]

یہی وجہ ہے کہ آج بھی دنیا کی متمدن ریاستیں اسلام کے قانون معیشت کے مقابلے میں قانون لانے سے قاصر ہیں۔

2.3 انسداد احتکار واکتناز

ابن حکیم اپنی کتاب "سیرت عمر بن عبد العزیز" میں زمانہ جاہلیت کے معاشی نظام پر گفتگو کرتے ہیں:

اسلام سے پہلے مدینہ میں اہل مدینہ کی معیشت کا انحصار زیادہ تر زراعت پر تھا۔ جبکہ مدینہ میں مقیم یہودی تجارت پیشہ تھے، مدینہ کے لوگ سادہ تھے اور یہودی انتہائی چالاک اور چال باز تھے، زراعت پیشہ ہونے کے باعث مال کا زیادہ دیر جمع رکھنا اہل مدینہ کے لئے ممکن نہیں تھا۔ اس لیے یہودی ساہوکار اور اجارہ دار اہل مدینہ کو فصل کی کٹائی پر اسے فروخت کرنے کا پابند کر لیتے تھے، یہود اس طرح اہل مدینہ کا معاشی استحصال کرتے تھے اور ان کو سود اور قرض میں پھنسا لیتے تھے کیونکہ یہود فصل کے موقع پر جان بوجھ کر قیمتیں کم کر دیتے اور اہل مدینہ سے فصل سستے داموں خرید کر پھر بعد میں انہی کے پاس مہنگے داموں بیچا کرتے تھے اور عموماً انہیں بھاری شرح سود پر قرض بھی دیتے تھے، جس سے معاشی بگاڑ اور یہودیوں کا پلہ مارکیٹ میں بھاری رہتا تھا۔ یہی صورت آج کے سرمایہ دارانہ اور جاگیر دارانہ نظام کی ہے، یہی سودی نظام جس میں احتکار واکتناز اپنے عروج پر ہے، زمانہ جاہلیت سے کچھ کم نہیں۔[15]

مدینہ منورہ میں اسلام نے معاشی نظام میں جو مساویانہ اصطلاحات نافذ کیں، ان میں دولت اور سرمایہ داری کے ان تمام اصولوں کو یکسر ختم کر دیا، جن میں احتکار واکتناز کی کوئی بھی صورت بن سکتی تھی، جس سے دولت اور سرمایہ سمٹ کر مخصوص طبقوں میں محدود ہو جائے اور اس طرح عام انسانی زندگی معاشی طور پر متاثر ہو کر ان چند لوگوں کی غلام بن جائے۔ اسلام نے احتکار واکتناز کی قطعی حرمت کا قانون وضع کیا اور اس کے مقابلے میں انفاق فی سبیل اللہ کی بنیاد رکھی۔ جس سے معاشرے میں معاشی اور معاشرتی تفاوت کا خاتمہ ہوا۔ جس کے وجود پر چند قرآنی آیات درج ذیل ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

- يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ ٱلۡأَحۡبَارِ وَٱلرُّهۡبَانِ لَيَأۡكُلُونَ أَمۡوَٰلَ ٱلنَّاسِ بِٱلۡبَٰطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ وَٱلَّذِينَ يَكۡنِزُونَ ٱلذَّهَبَ وَٱلۡفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ فَبَشِّرۡهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ يَوۡمَ يُحۡمَىٰ عَلَيۡهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكۡوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمۡ وَجُنُوبُهُمۡ وَظُهُورُهُمۡۖ هَٰذَا مَا كَنَزۡتُمۡ لِأَنفُسِكُمۡ فَذُوقُواْ مَا كُنتُمۡ تَكۡنِزُونَ۔[16]

اے ایمان والو! یہودی احبار اور عیسائی راہبوں میں سے بہت سے ایسے ہیں کہ لوگوں کا مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں اور دوسروں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونے چاندی کو جمع کر کے رکھتے ہیں اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، سو ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو۔ جس روز کہ اس مال پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی پھر اس سے داغی جائیں گی ان کی پیشانیاں، پہلو اور ان کی پیٹھ اور کہا جائے گا یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے واسطے گاڑھ رکھا تھا اور چکھو مزہ جو کچھ تم نے گاڑھ رکھا تھا۔

- مَآ اَفَاۤءَ اللّٰهُ عَلٰي رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَاۗءِ مِنْكُمْ۔[17]

اللہ اپنے رسول کو دوسری بستیوں سے جو مال بھی فئے کے طور پر دلوا دے، تو وہ اللہ کا حق ہے اور اس کے رسول کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا، تاکہ وہ مال صرف انہی کے درمیان گردش کرتا نہ رہ جائے جو تم میں

دولت مند لوگ ہیں۔

- وَيۡلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙالَّذِيۡ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۙيَحۡسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخۡلَدَهٗ ۚكَلَّا لَيُنۡۢبَذَنَّ فِي الۡحُطَمَةِ ۖ وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا الۡحُطَمَةُ ؕنَارُ اللّٰهِ الۡمُوۡقَدَةُ ۙالَّتِيۡ تَطَّلِعُ عَلَى الۡاَفۡـِٕدَةِ ؕاِنَّهَا عَلَيۡهِمۡ مُّؤۡصَدَةٌ ۙفِيۡ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ۔[18]

خرابی وتباہی ہے اس شخص کے لیے جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھتا ہے وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس کی دولت اسے ہمیشہ زندہ رکھے گی ہر گز نہیں! وہ ضرور حطمہ یعنی چورا چورا کر دینے والی آگ میں پھینک دیا جائے گا اور آپ کیا سمجھتے ہیں کہ حطمہ چورا چورا کر دینے والی آگ کیا ہے یہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں پر اپنی اذیت کے ساتھ چڑھ جائے گی بیشک وہ آگ ان لوگوں پر ہر طرف سے بند کر دی جائے گی۔ بھڑکتے شعلوں کے لمبے لمبے ستونوں میں اور ان لوگوں کے لیے کوئی راہ فرار نہ رہے گی۔

اسی طرح احتکار کے حوالے سے متعدد احادیث مبارکہ میں حضور ﷺ نے لوگوں کو اس کام سے باز رکھنے کی کوشش کی، جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

- من احتکر فھو خاطی۔[19]

  جو غلہ روک کے رکھے، وہ خطا کار ہے۔

- من دخل فی شیءاسعارالمسلمین لیغلی علیہم کان حقاًعلی اللہ ان یقذفہ فی معظم جہنم راسۃاسقلۃ۔[20]

  جو شخص مسلمانوں کے بازار کے نرخ میں اس لیے دخل دے کہ اسے گراں کرے، رب تعالیٰ کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ قیامت کے دن اسے سر کے بل جہنم کی زبردست آگ میں جھونک دے۔

- من احتکر طعاما اربعین لیلۃً فقد بری من اللہ و بری اللہ منہ۔[21]

  جو شخص چالیس دن تک غلہ روک کر رکھتا ہے اور اس کے مہنگا ہونے کا انتظار کرتا ہے، وہ اللہ کے ذمہ سے بری ہے اور اللہ اس سے بری ہے۔

- الجا لب مرزوق والمحتکر ملعون۔[22]

  بازار میں مال لانے والے کو رزق دیا جاتا ہے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والے پر لعنت بھیجی جاتی ہے۔

- مامن صاحب ذھب ولا فضۃ،لایؤدی منہا حقہا،الا اذا کان یوم القیامۃ صفحت لہ صفائح من النار فاحمیٰ علیہا فی نار جہنم فیکویٰ بہاجانبہ وجبینہ وظہرہ۔[23]

جو کوئی سونا چاندی جمع کرتا ہے پھر اس سے حق ادا نہیں کرتا، قیامت کے دن اس کے لیے آگ کی تختیاں بنائی جائیں گی انہیں جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا اور اس کے پہلو، پیشانی اور اس کی پیٹھ کو داغ دیا جائے گا۔

زمانہ جاہلیت کا معاشی نظام جو احتکار اور اکتناز جیسی معاشی استحصالیت پر مبنی تھا قرآن وحدیث میں اس کی ممانعت دراصل گردش دولت کو کنٹرول کر کے معاشرے کے تمام طبقات کو معاشی بے اعتدالیوں سے محفوظ رکھنا مقصود تھا۔ یہی معاشی نظام آج بھی اگر لاگو ہو جائے تو مہنگائی اور قلت مال کا خود ساختہ بحران اپنے منطقی انجام کو پہنچ سکتا ہے۔ بحیثیت مسلمان ہم پر غیر مسلم ہمارے خاص مہینے ماہ رمضان میں خوردنی اشیاء کی قیمت میں خاصی کمی کرتے ہیں اور قلت کا خاتمہ کر دیا جاتا ہے مگر ہمارے پاکستان میں اس ماہ میں خصوصاً مصنوعی قلت اور مہنگائی پیدا کی جاتی ہے، کیونکہ امراء کو یقین ہے کہ پاکستانی مسلمان روزے ضرور رکھیں گے۔ افطار وسحر کی خیرات کا انتظام بھی کریں گے اور اس مصنوعی قلت و مہنگائی میں غریب اور مزدور طبقہ عبادات وخیرات بھی کرے گا۔ اسی طرح

معاشی استحصال کا بہترین نمونہ عید الاضحیٰ پر قربانی کے جانوروں میں ملتا ہے۔ یہی احتکار و اکتناز زمانہ جاہلیت میں بھی تھا مگر اس کا خاتمہ انسانوں کو طبقاتی تقسیم سے نکالنے کے لیے اور خاص طبقہ کے ہاتھ سے دولت کو عامۃ الناس تک لانے کے لیے کیا گیا۔ تاکہ معاشرے میں بے اعتدالی ختم ہو اور انسانی معاشی مساوات قائم ہو اور اس سے انفاق فی سبیل اللہ کی صورت میں انسانوں میں انسانیت کا احساس پیدا ہو۔ اسلام نے معاشرے میں آسودگی اور خوشحالی کو قائم کرتے ہوئے ایسے قوانین وضع کیے جس سے معاشی مساوات قائم ہوئی اور معاشرہ مجموعی طور پر استحصالیت سے محفوظ ہو گیا۔

2.4 سرمایہ اور محنت میں توازن

اسلام نے خرید و فروخت اور لین دین کے معاملات میں کوئی ایسا معاملہ جائز نہیں کیا، جس سے معیشت کی جائز جدوجہد بے حقیقت ہو کر رہ جائے اور اس طرح محنت اور سرمایہ کے درمیان مساوات اور توازن باقی نہ رہے۔ اس لیے اسلام نے سود اور قمار کے ہر قسمی تجارتی کاروبار کی تمام ظاہری و خفی اقسام و اصناف، احتکار و اکتناز کی تمام صورتیں اور ان سے متعلقہ تمام تر عقود فاسدہ کی تمام صورتوں کو مردود اور ناجائز قرار دیا اور دوسرے شعبوں کی طرح اس میں بھی مساوات کو اساس قرار دیا، جیسا کہ قرآن حکیم میں اس کے متعلق تصریحات موجود ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

- وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔[24]

اور اللہ خرید و فروخت کے معاملات کو حلال اور سودی کاروبار کو حرام قرار دیتا ہے۔

- يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ۔[25]

اللہ تعالیٰ سودی کاروبار کو مٹاتا ہے اور صدقات کو ترقی دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے گناہ گار کو دوست نہیں رکھتا۔

- يٰٓاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا۟ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنصَابُ وَالْاَزْلَٰمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔[26]

مومنو! شراب، جوا، بتوں کے تھان اور جوے کے تیر، یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں، لہٰذا ان سے بچو تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو۔

- وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ۔[27]

ہلاکت ہے کم تولنے والوں کے لیے، وہ لوگ کہ جب لوگوں سے ماپ کر لیں تو پورا کریں اور جب ان کو ماپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں۔

- وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ۔[28]

اور تول کر دو برابر وزن کے ساتھ۔

- يٰٓاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا۟ لَا تَأْكُلُوٓا۟ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ إِلَّآ أَن تَكُونَ تِجَٰرَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ وَلَا تَقْتُلُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا۔[29]

مومنو! آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ! ہاں اگر آپس کی رضامندی سے تجارت ہو تو اس طرح کھا سکتے ہو گویا ہر شخص اپنے حصے کے مطابق اپنا حق لے۔

محنت اور سرمایہ میں توازن اور مساوات پر شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغۃ کے باب "ابتغاء الرزق" میں جو اصول وضع کیے ہیں وہ اسلامی نظریہ مساوات میں اصول معیشت میں ممد و معاون ہیں وہ اصول خلاصۃً درج ذیل ہیں:

1. معیشت میں فطری تفاوتِ درجات کے باوجود تمام مخلوق یکساں اور برابر ہے اور خدا نے تمام معاشی وسائل میں زمین اور

پیداوار زمین کو سب کے لیے مباح الاصل پیدا کیا ہے اور تعیین و تخصیص جائز قبضہ سے ہی وجود میں آتی ہے۔

2. کسی فرد کو ان احوال مباح میں اسی قدر اور اسی طرق سے تصرف جائز ہے کہ اس سے دوسرے فرد کے لیے معاشی تنگی کے اسباب پیدا نہ ہو جائیں۔[30] یعنی ملکیت میں احسان کا پہلو ختم نہ ہو اور احساس انسانی بھی رہے تاکہ معاشرتی بگاڑ کم سے کم ہو اور معیشت میں توازن قائم رہے۔

3. معاشی معاملات میں باہمی تعاون و اشتراک عمل واجب اور ضروری ہے اور ہر تعاون ایسے صحیح اور سالم طریقوں پر مبنی ہونا چاہیے کہ اس سے نظام تمدن میں ابتری نہ پھیل جائے، یعنی ان کے ذریعے معاشی معاملات میں ایک دوسرے کو مدد ملے، نہ کہ ایک کا فائدہ دوسرے کی مضرت پر موقوف ہو۔[31]

یعنی معاشی معاملات میں تعاون و اشتراک اس حد تک ہو کہ آجر و اجیر کے درمیان مساوات قائم رہے اور معاشی فوائد دونوں کو محنت اور سرمایہ کی بنیاد پر یکساں میسر آئیں۔ اسلام کے نظریہ مساوات میں اصول معیشت کے تحت بیان کردہ تمام تر اصول اس بات کی طرف لے جاتے ہیں کہ اسلام نے جس عالمگیر معاشی مساوات کا نعرہ لگایا ہے وہ صرف قیل و قال کی حد تک نہیں بلکہ اس پر نصوص قطعیہ اور اعمال نبوی ﷺ اور صحابہ کرامؓ و تابعینؒ بھی موجود ہیں، جو اس پوری بحث پر خاص طور پر دلالت کرتے ہیں۔ اسلام کا معاشی نظام طبقاتی نظام کی نہ صرف مذمت کرتا ہے بلکہ اس کے خلاف اپنا ایک معاشی ڈھانچہ پیش کرتا ہے۔ دنیا میں معاشی استحصالیت کی بڑھتی ہوئی وجہ سرمایہ دارانہ، جاگیر دارانہ اور اشتمالیت جیسے معاشی نظام ہیں۔ جب تک ان کی اصلاح میں اسلامی معیشت کو داخل نہیں کیا جائے گا تب تک معاشی مساوات قائم نہیں ہو سکتی ہے۔

2.5 گردش زر

اسلام نے تجارت اور مال کے خرچ کرنے میں ایک زبردست نظام متعارف کرایا ہے کہ روپیہ پیسہ ہر وقت گردش میں رہے۔ جب امیر سے غریب کی طرف، آجر سے اجیر کی طرف، مالک سے مزدور کی طرف مال گردش میں رہے گا تو اس طرح ہر شخص کی ضروریات زندگی خود بخود پوری ہوتی رہیں گی اور کوئی بھی کسی کا محتاج نہیں رہے گا۔ زکوۃ، صدقات اور وراثت کی تقسیم اس گردش کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اسی طرح محنت مزدوری کرنے سے بھی مال کی گردش بڑھ جاتی ہے۔ مال کی گردش کے حوالے سے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاۗءِ مِنْكُمْ۔[32]

ایسا نہ ہو کہ دولت صرف سرمایہ داروں ہی میں گردش کرتی رہے۔

3. اسلامی نظریہ مساوات میں اصول سیاست

کسی بھی معاشرے میں معاشی و معاشرتی نظام کے استحکام کا دارومدار اس معاشرے میں ایک مضبوط سیاسی نظام کے قیام پر منحصر ہوتا ہے۔ اسی بات کے پیش نظر مختلف ادوار میں رائج حکمرانوں کے بنائے ہوئے تمام نظاموں کا خلاصہ لیا جائے تو تین نظام حکومت وجود میں آتے ہیں:

- اول: بادشاہت۔
- دوم: جمہوریت۔
- سوم: اشرافیہ اور مذہبی رہنماؤں کی حکومتیں۔

ان کا طرز حکومت اسلامی نظام حکومت سے یکسر تبدیل تھا۔ اسلام نے اپنا سیاسی نظریہ پیش کیا اور اپنے سیاسی اصول وضع کیے، جس میں سب سے اہم اصول مساوات انسانی ہے جس کے تحت تمام نظام حکومت چلایا گیا۔ دنیا میں باقی نظام حکومت آج بھی موجود ہیں لیکن وہ اپنے طرز حکمرانی میں بہت سی خامیوں کا شکار ہیں۔ انہی خامیوں کے پیش نظر آج کے مسلمان اسلامی نظام حکومت کو ایک خیال تصور کرتے ہیں۔ اسلام اور اسلامی نظام حکومت کے حوالے سے آج کے دور میں لوگوں کے دو نظریات ہیں۔ جن کو مفتی تقی عثمانی صاحب نے اپنی کتاب "اسلام اور سیاسی نظریات" میں بیان کیا ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہے:

> پہلا نظریہ سیکولرازم ہے، جس کے نزدیک اسلام بطور مذہب دوسرے مذاہب کی طرح انسان کا ذاتی اور انفرادی معاملہ ہے جس کا تعلق بس اس کی اپنی ذات سے ہے، سیاست و حکومت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ جبکہ اسلام کی ہدایات و تعلیمات صرف عقائد و عبادات اور اخلاق کی حد تک محدود نہیں بلکہ وہ مالیاتی معاملات اور سیاست و حکومت کے بارے میں تعلیمات فراہم کرتا ہے۔ اور دوسرا نظریہ سیاسی انتہا پسندی کا ہے اس مکتبہ فکر نے سیکولرازم کی تردید میں سیاست ہی کو اسلام کا اصلی مقصود قرار دیا، لہٰذا جو شخص سیاست کے میدان میں دین کی سربلندی کے لیے کام کر رہا ہے بس وہی ہے جس نے دین کے مقصود اصلی کو پالیا ہے۔[33]

تاہم قرآن وسنت سے جو اصول سیاست سامنے آتے ہیں وہ مکمل طور پر انسان کے مزاج معاشرت اور تہذیب و تمدن کے مطابق ہیں، جنہیں یہاں مکمل طور پر بیان کرنا مقصود نہیں۔ مقالہ ہذا میں ان اصولوں کو زیر بحث لایا جائے گا جو اسلام کے نظریہ مساوات کی بیّن دلیل ثابت ہوں گے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

اصول سیاست میں اسلام نے قرآن وسنت کی روشنی میں جس مساوات کو قائم کرنے کا حکم دیا ہے وہ مساوات بنیادی طور پر دو طرح کی ہے جس کی وضاحت آئندہ سطور میں کی جاتی ہے۔

3.1 مساوات بین الناس

مساوات بین الناس سے مراد لوگوں کے درمیان مساوات ہے۔ اس حوالے سے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

- الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا۔[34]

تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کیا۔

مذکورہ آیت کی روشنی میں امام رازیؒ کہتے ہیں کہ "یہاں زوجھا کا مطلب عورت نہیں ہے بلکہ مرد اور عورت دونوں مراد ہیں، جس قدر عورت مرد کی زوج ہے اسی قدر مرد عورت کا زوج ہے۔[35] مساوات بین الناس کے حوالے سے ابوالاعلیٰ مودودی "خلافت و ملوکیت" میں رقمطراز ہیں:

> قرآن وسنت کا دیا ہوا قانون سب کے لیے یکساں ہے۔ اس کو مملکت کے ادنیٰ ترین آدمی سے مملکت کے سربراہ تک سب پر یکساں نافذ ہونا چاہیے، کسی کے لیے بھی اس میں امتیازی سلوک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔[36]

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی اکرم ﷺ کو یہ اعلان کرنے کی ہدایت فرماتا ہے:

- وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ۔[37]

اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان مساوات قائم کروں۔

- وَاعْبُدُوااللّٰہ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى

وَالْجَارِالْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔[38]

اور خدا ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور رشتہ داروں، ہمسایوں اور اجنبی ہمسائیوں اور رفقائے پہلو پاس بیٹھنے والوں اور مسافروں اور جو لوگ تمہارے قبضے میں ہوں سب کے ساتھ احسان کرو۔

- اِنَّ اللّٰہَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاۗئِ ذِي الْقُرْبٰى۔[39]

بے شک اللہ تم کو مساوات اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کی مدد کرنے کا حکم دیتا ہے۔

حکمران وقت کو فیصلہ کرنے میں بھی مساوات بین الناس کی تلقین کی گئی ہے کیونکہ عدل وانصاف اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک بادشاہ کی نظر میں سب برابر نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی امر کو قرآن میں بیان فرمایا ہے:

- إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُكُمۡ أَن تُؤَدُّواْ ٱلۡأَمَٰنَٰتِ إِلَىٰٓ أَهۡلِهَا وَإِذَا حَكَمۡتُم بَيۡنَ ٱلنَّاسِ أَن تَحۡكُمُواْ بِٱلۡعَدۡلِۚ إِنَّ ٱللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُم بِهِۦٓۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ سَمِيعَۢا بَصِيرٗا۔[40]

خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کر دیا کرو اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو عدل و مساوات کے تحت فیصلہ کیا کرو خدا تمہیں خوب نصیحت کرتا ہے بے شک خدا سنتا دیکھتا ہے۔

- وَاِنْ طَاۗىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَي الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْۗءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَاۗءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۔[41]

اور اگر مؤمنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو اور اگر ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو، یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع کرے، پس وہ جب رجوع کرے تو دونوں میں مساوات کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف سے کام لو کہ خدا انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

مندرجہ بالا آیات میں حکمران وقت کو مساوات بین الناس قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ معاشرہ میں سیاسی بے اعتدالی اور بد نظمی جنم نہ لے۔ نبی اکرم ﷺ نے اسی اصول کے تحت فرمایا:

- انماھلک من کان قبلکم انھم یقیمون الحد علی الوضیع ویترکون الشریف،والذی نفس محمد بیدہ لو ان فاطمة بنت محمد فعلت ذلک لقطعت یدک۔[42]

تم سے پہلے جو امتیں گزری ہیں وہ اسی لیے تو تباہ ہوئیں کہ وہ لوگ کم تر درجے کے مجرموں کو قانون کے مطابق سزا دیتے تھے اور اونچے درجے والوں کو چھوڑ دیتے تھے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میں محمد کی جان ہے۔ اگر محمد (ﷺ) کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں ضرور اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔

- رایت حضور ﷺ یقید من نفسه۔[43]

میں نے خود حضور ﷺ کو اپنی ذات سے بدلہ دیتے دیکھا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ امت کے لیے اصول واحکامات کی تنفیذ میں آسانی ہے کہ حکمران وقت بھی قانون سے بالاتر نہیں بلکہ وہ بھی عام آدمی کی طرح قانون کا پابند ہے۔

3.2 مساوات بین المسلمین

اصول سیاست میں اسلامی نظریہ مساوات کا دوسرا پہلو "مساوات بین المسلمین" ہے یعنی تمام مسلمان برابر ہیں۔ حقوق میں

بلالحاظ رنگ و نسل، لسان و مقام سب برابر ہیں۔ کسی گروہ، طبقے یا نسل و قوم کو اس ریاست کی حدود میں کوئی امتیازی حقوق حاصل ہو سکتے ہیں اور نہ کسی حیثیت سے کسی دوسرے کے مقابلے میں برتری حاصل ہو سکتی ہے، چنانچہ اس ضمن میں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ مختلف پیرائے میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔[44]

حقیقت تو یہ ہے کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں، اس لیے اپنے دو بھائیوں کے درمیان تعلقات اچھے بناؤ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تمہارے ساتھ رحمت کا معاملہ کیا جائے۔

اس اصولی قاعدے کے تحت نبی اکرم ﷺ نے جو ارشادات فرمائے، وہ درج ذیل ہیں:

- ان اللہ لا ینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الیٰ قلوبکم واعمالکم۔[45]

اللہ تعالیٰ تمہاری صورتیں اور تمہارے مال نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دل اور تمہارے اعمال دیکھتا ہے۔

- المسلمون اخوۃ لا فضل لاحد علیٰ احد الابالتقویٰ۔[46]

مسلمان بھائی بھائی ہیں کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر تقوی کی بنیاد پر۔

- من شھدان لاالہٰ الا اللہ واستقبل قبلتنا،وصلیٰ صلوٰتنا،واکل ذبیحتنافھوالمسلم لہ ما للمسلم وعلیہ ما علی المسلم۔[47]

جس نے شہادت دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس نے ہمارے قبلے کی طرف رخ کیا اور ہماری طرح نماز پڑھی اور ہمارا ذبیحہ کھایا وہ مسلمان ہے اس کے حقوق وہی ہیں جو مسلمانوں کے ہیں اور اس پر فرائض وہی ہیں جو مسلمان کے فرائض ہیں۔

- المومنون تتکافا دماؤھم ،وھم ید علیٰ من سواھم ،ویسعیٰ بذمتھم ادناھم۔[48]

مؤمنوں کے خون ایک دوسرے کے برابر ہیں وہ دوسروں کے مقابلے میں ایک ہیں اور ان کا ایک ادنی آدمی بھی ان کی طرف سے ذمہ لے سکتا ہے۔

3.3 بعض شعبہ جات میں اہمیت کے پیش نظر خواتین کی نمائندگی

اسلام کے سیاسی نظام میں مرد و عورت کی نمائندگی میں جو مساوات پائی جاتی ہے وہ حفظ مراتب کے تحت ہے۔ اسلام نے عورت کو یکسر فراموش نہیں کیا اور نہ ہی اسے دیگر مذاہب کی طرح ایک مستعمل چیز سمجھ کر پھینک دیا، بلکہ اس سے بعض امور پر مشورہ طلب کیا گیا اور پھر اس مشورہ پر عمل بھی ہوا، جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعات خواتین سے مشاورت اور اس پر عمل درآمد کی عکاسی کرتے ہیں:

- صلح حدیبیہ کے موقع پر جب نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ وہ قربانی اور حلق کر کے احرام کھول دیں تو تین مرتبہ اعلان کرنے کے باوجود کوئی بھی نہ اُٹھا۔ یہ ایک غیر معمولی بات تھی کہ آپ ﷺ کے ایک اشارے پر جان دینے والے صحابہؓ آپ ﷺ کے بار بار اعلان کے باوجود تعمیل کرنے کے لیے فوراً نہیں اُٹھ رہے تھے۔ اس پر آپ ﷺ اندر تشریف لے گئے اور حضرت اُمّ سلمہؓ سے یہ بات ذکر فرمائی تو حضرت اُمّ سلمہؓ نے مشورہ دیا کہ آپ مزید کچھ کہنے کی بجائے خود اپنے جانوروں کو قربان کر کے حلق کرنے والے کو بلائیں اور حلق کرالیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اسی مشورہ پر عمل کیا اور جب صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کو یہ عمل کرتے ہوئے دیکھا، تو سب صحابہ کرام ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر قربانی اور حلق کرنے لگے۔[49]
- اسی طرح موجودہ نماز جنازہ کی صورت کا مسلمانوں میں رواج نہیں تھا۔ حضرت اسماء بنت عمیسؓ نے اس کو حبشہ میں نصاریٰ

کے ہاں دیکھا تھا۔ انہوں نے اس کا مشورہ دیا اور وہ قبول کیا گیا تھا۔[50]

- محمد بن سیرین کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ بیشتر معاملات میں مشورہ لیتے تھے یہاں تک کہ عورتوں سے بھی مشورہ لیتے، اگر کبھی عورت کی بات میں بھلائی نظر آتی تو اسی پر عمل کرتے چنانچہ اس بات کا صحیح ثبوت ملتا ہے کہ آپؓ نے اُمّ المومنین سیدہ حفصہؓ سے مشورہ لیا۔[51]

عورت کی مشاورت کے حوالے سے جو گفتگو مساوات کے تحت کی گئی ہے۔ وہ ہمارا ایک ایسا ٹھوس مؤقف ہے جس پر علماء کی تائید بھی موجود ہے جیسا کہ علامہ علال اور مولانا مودودی لکھتے ہیں:

> علامہ علال الفاسی قرآن کی اس آیت "فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا"[52] سے استدلال پیش کرتے ہیں کہ جب چھوٹے خاندان کی سطح پر عورت سے خاندانی امور میں مشورے کو مطلوب قرار دیا گیا ہے تو بڑے خاندان یعنی امت اور ریاست کی سطح پر آدھے خاندان خواتین کو شورائیت کے حق سے کیسے محروم رکھا جا سکتا ہے۔[53]

> مولانا مودودیؒ مزید لکھتے ہیں کہ:

> ایسی سوسائٹی میں ہر عاقل و بالغ مسلمان کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت، رائے دہی کا حق حاصل ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ وہ خلافت Vicegeneracy کا حامل ہے۔ خدا نے اس خلافت کو کسی خاص معیار لیاقت یا کسی معیار ثروت سے مشروط نہیں کیا، بلکہ صرف ایمان و عمل صالح سے مشروط کیا ہے۔ لہٰذا رائے دہی میں ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے ساتھ مساوی حیثیت رکھتا ہے۔[54]

اسی طرح علامہ عماد الدین ابن کثیرؒ نے عورتوں سے مشاورت پر حدیث بیان کی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے خلیفہ کے انتخاب کے لیے چھ افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بنادی تو حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ نے یہ فرمایا کہ میں اپنی خلافت سے دستبردار ہو جاتا ہوں اور میں خود لوگوں کی آراء معلوم کر کے کسی کو متعین کروں گا۔ باقی سب نے کہا ٹھیک ہے تو حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ تین دن تک لوگوں کی رائے معلوم کرتے رہے۔

> ثم نهض عبدالرحمن بن عوف رضى الله عنه يستشير الناس فيهما و يجمع راى المسلمين --- حتى خلص الى النساء المخدرات فى حجابهن۔[55]

> حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ اُٹھے اور ان دونوں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے بارے میں لوگوں سے مشورہ لینا شروع کیا اور مسلمانوں کی آراء جمع کرنا شروع کیں یہاں تک کہ پردہ نشین عورتوں کے پاس بھی ان کے پردے کے ساتھ پہنچ گئے۔

آیات واحادیث وآثار صحابہؓ اور علماء کرام کے اقوال سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مختلف امور حکومت میں عورتوں سے مشورہ طلب کرنا، اسلامی سیاست کا حصہ رہا ہے اور معلومات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی ریاست میں خواتین کو اس لحاظ سے مساوات انسانی میں برابری کا درجہ دیا گیا ہے۔

3.4 غیر مسلم رعایا کی رعایت

اسلامی سیاست میں شورائیت کا تقاضا یہ ہے کہ اسلامی حکومت میں افراد معاشرہ اپنی غور و فکر کو اور خاص معاملات میں

خاص فیصلہ ساز اداروں تک اپنی رائے کو پہنچائیں اور تمام لوگ معاشرے میں اپنی رائے دینے میں مکمل با اختیار ہوں، تاہم شورائیت کے زمرے میں مجلس شوریٰ کے ارکان کی تعداد اگر زیادہ ہو تو جس معاملہ میں مشورہ طلب کیا جائے تو اس معاملہ تک محدود رہ کر اسلامی حکومت کا حصہ بنے رہیں۔ یہی معاملہ غیر مسلم رعایا سے مشاورت میں بھی یکساں ہے۔ جہاں غیر مسلم رعایا کو مکمل مذہبی اور نظریاتی آزادی حاصل ہے، وہاں ان سے ان کے اپنے معاملات میں خلفاء راشدینؓ کے دور میں بھی مشاورت کی جاتی رہی ہے اور غیر مسلم مجلس شوریٰ کے ممبر بھی رہے ہیں۔ علامہ سرخسیؒ اپنی کتاب "المبسوط" میں لکھتے ہیں: حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہد مبارک میں بعض مرتبہ جب مجلس شوریٰ طلب فرمائی تو اس میں کچھ ذمی بھی حاضر ہوئے۔

وفیہ دلیل علی ان لاباس باحضار بعض اہل الکتاب مجلس الشوریٰ، فان النصرانی الذی قال ماقالہ قد کان حضر مجلس عمر رضی اللہ عنہ للشوریٰ،ولم ینکر علیہ۔[56]

اس واقعہ سے یہ دلیل ملتی ہے کہ بعض اہل کتاب کو مجلس شوریٰ میں بلایا جا سکتا ہے، کیونکہ نصرانی نے حضرت عمرؓ سے جو کچھ کہا! وہ حضرت عمرؓ کی مجلس شوریٰ میں حاضر تھا اور اس بات پر کوئی نکیر نہیں کی گئی۔

اسلامی ریاست میں غیر مسلم سے رائے یا مشاورت کا تعلق ان کے اپنے مذہبی معاملات، ان کے قضایا جات یا مباحات اسلام میں برابری کی سطح پر نہ صرف جائز ہے بلکہ بعض موقعوں پر ضروری بھی ہوتا ہے، بعض حضرات اس جواز کے قائل نہیں ہیں، ان کی خدمت میں صرف یہی عرض ہے کہ تمام غیر مسلم رعایا اسلامی ریاست یا اسلام کے خلاف نہیں ہوتی۔ ان میں بعض صاحب بصیرت اور معاملہ فہم لوگ بھی ہوتے ہیں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں سپریم کورٹ کے جسٹس رانا بھگوان داس رہے ہیں وہ ہندو برادری سے تعلق رکھتے تھے اور سندھ کے رہائشی تھے۔ ان کے فیصلے ہندو اور مسلم سب کے لیے تھے اور بعد میں یہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے چیف جسٹس بھی بنے تھے۔

3.5 تنقید کی آزادی

اسلامی نظام حکومت میں اطاعت امیر پر بہت زور دیا گیا ہے کیونکہ امیر کی اطاعت میں ہی اتحاد و یگانگت اور تنظیم کی فضا قائم رہتی ہے۔ اسی لیے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول کی اطاعت کے بعد اطاعت امیر کا حکم دیا ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡۖ۔[57]

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے صاحب اختیار ہیں۔

اطاعت کا معنی تو یہ ہے کہ امیر وقت یا حاکم وقت کی ہر بات کی اطاعت کی جائے مگر جناب نبی اکرم ﷺ نے اس کی وضاحت بھی کر دی ہے۔ حضرت کعب بن عجرہؓ فرماتے ہیں:

خرج علیناحضور ﷺ ونحن تسعة فقال انه ستکون بعدی امراء من صدقھم بکذبھم واعانھم علی ظلمھم، فلیس منی ولست منه ولیس بوارد علی الحوض،ومن لم یصدقھم بکذبھم، ولم یعنھم علی ظلمھم فھو منی وانا منه وھو وارد علی الحوض۔[58]

نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ ہم نو آدمی تھے آپ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد ایسے امیر آئیں گے کہ جو شخص ان کے جھوٹ کی تصدیق کرے گا اور ان کے ظلم میں ان کی مدد کرے گا نہ وہ میرا ہے اور نہ میں اس کا ہوں اور وہ میرے پاس حوض کوثر پر بھی نہیں آسکے گا اور جو شخص ان کے جھوٹ میں ان کی تصدیق نہ کرے اور ان کے ظلم میں ان کی مدد نہ کرے، وہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں اور وہ میرے پاس حوض کوثر پر آئے گا۔

حضور ﷺ نے خود اس بات کی وضاحت فرمادی کہ امیر بھی انسانوں میں سے ہے اور رعایا بھی، اگر امیر وقت نے کسی بھی قسم کا ظلم روار کھا یا رعایا میں مساوات کو قائم نہ کیا تو اس پر تنقید کا حق رعایا کو حاصل ہے۔ اس حدیث پر شیخین رضوان اللہ اجمعین نے اپنے ادوار خلافت میں عمل کر کے دکھایا، جیسا کہ واقعہ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبرؓ کا پہلا خطبہ تنقید کی آزادی کے اعتبار سے مساوات کا اعلان کرتا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

> یاایھاالناس!فانی قدولیت علیکم،ولست بخیرکم،فان احسنت فاعینونی وان اسات فعومونی، الصدق امانة،والکذب خیانة،والضعیف منکم قوی عندی حتی ازیح علته،ان شآءالله،والقوی فیکم ضعیف عندی حتی آخذ منه الحق ان شآء الله۔۔۔اطیعونی مااطعت الله ورسوله فاذا عصیت الله رسوله فلا طاعة لی علیکم۔ [59]

> اے لوگو! مجھے آپ کے معاملات کا نگران بنایا گیا ہے جبکہ میں آپ سے بہتر نہیں ہوں، لہٰذا اگر میں اچھا کام کروں تو میری اطاعت کرنا اور اگر میں برا کام کروں تو مجھے سیدھے راستے پر لانا، سچائی ایمانداری ہے اور جھوٹ خیانت ہے اور آپ لوگوں میں سے جو کمزور ہو وہ میرے نزدیک طاقتور ہو گا، یہاں تک کہ میں ان شاء اللہ اس کی تکلیف کو دور کر دوں اور آپ میں جو زور آور ہو وہ میرے نزدیک کمزور ہو گا۔ یہاں تک کہ میں اس سے حق وصول کر لوں، جب تک میں اللہ اور اس کے نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کروں آپ میری اطاعت کیجیے گا اور جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو آپ پر میری اطاعت نہیں ہے۔

پہلے خلیفہ راشد کا پہلا عظیم خطبہ اور اسلامی سیاست میں مساوات کی بنیاد پر تنقید کی آزادی یہ سب کچھ دنیا نے دیکھا بھی اور محسوس بھی کیا اور بعد کے متعدد خلفاء ان کے نقشِ قدم پر چلتے رہے۔ اسی طرح سیدنا عمر فاروقؓ خلیفہ ثانی نے اپنے خطبے میں اسی طرز عمل کو زندہ کیا اور فرمایا:

> فانی واحد باحدکم وانتم الیوم تقرون بالحق،خالفنی من خالفنی ووافقنی من وافقنی، ولست ارید ان تتبعوا هوای۔ [60]

> میں آپ ہی کی طرح کا ایک انسان ہوں اور آج آپ حق بات کا اقرار کریں۔ جس کو میری مخالفت کرنی ہو وہ مخالفت کرے اور جس کو میری موافقت کرنی ہو وہ میری موافقت کرے اور میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ میری خواہشات کے پیچھے چلیں۔

یہی وجہ تھی کہ لوگ آپ رضی اللہ تعالی عنہ پر آزادانہ گفتگو کرتے تھے یہاں تک کہ خواتین بھی تنقید سے ماوراء نہیں تھیں اور حق بات کہنے سے نہیں ڈرتی تھیں۔ اسلامی نظریہ مساوات میں اصول سیاست کو قرآن وحدیث کی روشنی میں خلفائے راشدینؓ اور مسلم امہ کے متعدد حکام نے عملی طور پر واضح کیا اور اس کے متعدد نظائر موجود ہیں۔

4. خلاصۃ البحث

اسلام نے جو معاشی نظام عرب میں متعارف کروایا اور پھر یہ دنیا کے تین براعظموں پر عمل درآمد کی شکل میں دنیا کے دیگر معاشی نظاموں پر فوقیت کے درجے میں رہا۔ اس کی بنیادی وجہ اس نظام معیشت کی وہ خصوصیات ہیں جو دوسرے معاشی نظاموں کے پاس موجود نہیں، جیسا کہ سب انسانوں کو حق معاش میں برابر قرار دیا گیا اور معاشی زندگی کو ایک صالح کنبے کے افراد کے ساتھ اصول مساوات پر گزارنے کا حکم دیا، جس میں سب کو ایک مشترکہ دستر خوان میسر ہو۔ نفع نقصان میں سب برابر ہوں اور کوئی ایک

دوسرے کا محتاج نہ ہو۔ دولت گردش میں رہے، ذخیرہ اندوزی پر پابندی عائد کی گئی۔ انفاق فی سبیل اللہ کے ذریعے ہر فرد دوسروں کو اپنے حق میں سے خرچ کرنے کا پابند بنایا گیا، یہاں تک کہ وراثت کے حصے مقرر ہوئے، دولت کی ہوس سے لوگوں کو نکالا گیا، سوال کرنے سے روکا گیا اور محنت کرنے پر زور دیا گیا۔ آجر اور اجیر کے بہترین تعلقات کا دونوں کو تعلیمات نبوی ﷺ کے ذریعے پابند کیا گیا۔ اس طرح پورا معاشرہ خوشحالی کی طرف گامزن ہوا۔

اسلام کا سیاسی نظام شورائی اور جمہوری شان کا حامل ہے۔ کسی بھی اہل علم، متقی، عاقل، بالغ، مسلمان اور دوراندیش شخص کو حاکم بنا کر رعایا کا خادم قرار دیا گیا۔ اس طرح کے سیاسی نظام کی برکت سے ریاست قومی اور بین الاقوامی طور پر ضرور مضبوط ہوگی اور غیر مسلم ریاستوں میں اسلام کے احیاء کا بھی کام ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ سیاسی نظام کے انتہائی مضبوط ہونے کی وجہ پوری دنیا کے ممالک کو نہ صرف عزت، امن میسر آئے گا، وہاں کفار کو جزیہ دینے کی وجہ سے مسلمانوں کا معاشی نظام بھی مضبوط ہوگا۔ لوگوں کو رائے کا حق دیا گیا۔ ایک کنبہ قرار دیا گیا۔ خواتین کو نمائندگی کا حق میسر آیا۔ اسلامی سیاسی نظام پوری دنیا کے لیے راحت، امن اور خوشحالی کا باعث بنا۔

5. نتائج

اس مضمون سے مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

- اسلامی نظریہ مساوات کی رو سے ہر انسان کے رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود اُٹھائی ہے اور اس میں تمام مخلوقات کو رزق کی فراہمی میں برابری عطا فرمائی۔
- انفاق فی سبیل اللہ اور وراثت کی تقسیم کے مساوی اصولوں کے ذریعے لوگوں کی معاشی زندگی کو یکساں کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ وہ زندہ رہنے کے لیے کسی اور کے محتاج نہ ہوں۔
- نظریہ مساوات کے سیاسی اصولوں کی روشنی میں کسی گروہ، طبقے یا نسل و قوم کو اس ریاست کی حدود میں کوئی امتیازی حقوق حاصل نہیں ہوسکتے اور نہ کسی حیثیت سے کسی دوسرے کے مقابلے میں برتری حاصل ہوسکتی ہے۔ رعایا تمام کی تمام برابر ہے، حکام بالا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس ریاست میں مقرر کردہ خادم۔
- نظریہ مساوات کے سیاسی اصول تو خاص طور پر مسلمانوں کو ہر لمحہ نئی شان عطاء فرماتے ہیں کہ حاکم وقت وسائل اور طاقت کو اپنی مرضی سے بھی استعمال نہیں کرسکتا اور نہ کسی کو وسائل ہڑپ کرنے یا استعمال کرنے دے سکتا ہے۔
- امور حکومت میں عورتوں سے مشورہ طلب کرنا، اسلامی سیاست کا حصہ رہا ہے۔ عورت کا سربراہ کو مشورہ دینا، جج بننا اور مفتی کے فرائض سرانجام دینا اسلامی معاشرے کی درخشندہ روایات ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

1 نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر، **پیغمبر اعظم و آخر**، (لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ، 2020ء)، ص396۔

2 سورۃ ھود 6:11۔

3 سورۃ الذاریات 22:51۔

4 سورۃ الاعراف 10:7۔

5 سورۃ الذاریات 51:58۔

6 سورۃ الانعام 6:151۔

7 آلوسی، سید محمود آفندی، شہاب الدین، **روح المعانی**، (دمشق: دار الفکر، 1999ء) 01/234۔

8 ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع، **طبقات الکبریٰ**، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2001ء)، 4/237۔

9 البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، (مصر: دار طوق النجاۃ، 1422ھ) کتاب الأدب، باب ما ينهى من السباب واللعن، رقم الحدیث: 6050۔

10 سورۃ التکاثر 102:1۔

11 سورۃ القصص 28:58۔

12 سورۃ السبا 35:34۔

13 ابن عبد الحکم، **سیرۃ عمر بن عبد العزیز**، (بیروت: دار الفکر، 1387ھ)، ص 69۔

14 ابن کثیر، حافظ عماد الدین شافعی دمشقیؒ، **البدایۃ والنہایۃ**، (قاہرہ: دار الرسالۃ العالمیۃ، سن ندارد)، 5/64۔

15 ابن عبد الحکم، **سیرۃ عمر بن عبد العزیز**، ص 77۔

16 سورۃ التوبہ 9:35-34۔

17 سورۃ الحشر 59:7۔

18 سورۃ الہمزۃ 104:9-1۔

19 مسلم، ابو الحسین ابن الحجاج القشیری، **الصحیح**، (ریاض: دار السلام، 1999ء)، کتاب البیوع، بَابُ تَحْرِيمِ الِاحْتِكَارِ، رقم الحدیث: 1605۔

20 الاصبہانی، اسماعیل بن محمد بن الفضل، **الترغیب والترہیب**، (قاہرۃ: دار الحدیث، الطبعۃ الأولیٰ 1414ھ، 1993م)، رقم الحدیث: 312۔

21 الہندی، علی بن حسام الدین ابن قاضی خان، **کنز العمال في سنن الأقوال والأفعال**، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1981ء)، رقم الحدیث: 9732۔

22 ایضاً، رقم الحدیث: 9716۔

23 مسلم، **الصحیح**، کتاب الزکاۃ، بَابُ إِثْمِ مَانِعِ الزَّكَاةِ، رقم الحدیث: 987۔

24 سورۃ البقرۃ 2:275۔

25 سورۃ البقرۃ 2:276۔

26 سورۃ المائدۃ 5:90۔

27 سورۃ المطففین 83:1-3۔

28 سورۃ الشعراء 26:182۔

29 سورۃ النساء 4:29۔

30 سیوہاروی، مولانا حفظ الرحمٰن، **اسلام کا اقتصادی نظام**، (کراچی: شیخ الہند اکیڈمی، 2015ء)، ص 125۔

31 ایضاً۔

32 سورۃ الحشر 59:7۔

33 عثمانی، مفتی محمد تقی، **اسلام اور سیاسی نظریات**، (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 2012ء)، ص 162۔

34 سورۃ النساء 4:1۔

35 الرازی، فخر الدین ابو عبد اللہ الحسینی، **التفسیر الکبیر**، (دمشق: دار الفکر، 1998ء)، 1/306۔

36 مودودی، سید ابو الاعلیٰ، **خلافت وملوکیت**، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 1998ء)، ص 63۔

37 سورۃالشوریٰ42:15۔

38 سورۃالنساء36:4۔

39 سورۃالنحل90:16۔

40 سورۃالنساء58:4۔

41 سورۃالحجرات9:49۔

42 البخاری،**الجامع الصحيح**،كتاب أحاديث الأنبياء ،باب حدثنا أبو اليمان،رقم الحدیث:3475۔

43 الھندی،**كنزالعمال في سنن الأقوال والأفعال**،رقم الحدیث:36007۔

44 سورۃالحجرات10:49۔

45 مسلم،**الصحيح**،كتاب البر والصلة والآداب،باب تحريم ظلم المسلم،رقم الحدیث:2564۔

46 الطبرانی،ابوالقاسم سلیمان ابن احمد،**المعجم الاوسط**،(قاہرۃ:دارالحرمین،1995ء)،رقم الحدیث:3423۔

47 البخاری،**الجامع الصحيح**،كتاب الصلاة، باب فضل استقبال القبلة،رقم الحدیث:393۔

48 ابوداؤد،سلیمان بن اشعث السجستانی،**السنن**،(بیروت:المکتبۃالعصریۃ،1995ء)،کتاب الديات،باب ايقادالمسلم بالكافر،رقم الحدیث:4530۔

49 البخاری،**الجامع الصحيح**،كتاب الشروط،باب الشروط فی الجهاد والمصالحة،رقم الحدیث:2732۔

50 محمد اکرم، شیخ، **آب کوثر**،(لاہور:ادارہ ثقافت اسلامیہ،1979ء)،ص55۔

51 الصلابي،ڈاکٹر علی محمد،**سیدناعمر بن خطاب**،(بیروت:مکتبہ دار ابن کثیر،سن ندارد)،ص242۔

52 سورۃالبقرۃ234:2۔

53 الصلابي،ڈاکٹر علی محمد،**الشورىٰ فريضة الاسلاميه**،(بیروت:مکتبہ دار ابن کثیر،2019ء)،ص128۔

54 مودودی،سید ابوالاعلیٰ،**اسلامی ریاست**،(لاہور:ادارہ ترجمان القران، جنوری1972ء)،ص143۔

55 ابن کثیر،**البداية والنهاية**،5/227۔

56 السرخسی، شمس الدین، **المبسوط**،(بیروت:دارالمعرفۃ،سن ندارد)،7/24۔

57 سورۃالنساء59:4۔

58 النسائی،احمد بن شعیب،**السنن**،(ریاض:دارالسلام،2015ء)،كتاب البيعة،باب ذكرالوعيدلمن اعان اميرعلى الظلم،رقم الحدیث:4218۔

59 ابن کثیر،**البداية والنهاية**،9/402۔

60 ابویوسف،امام،یعقوب بن ابراہیم،**کتاب الخراج**،مترجم:مولانا نیاز احمد اوکاڑوی،(لاہور:مکتبہ رحمانیہ،سن ندارد)،ص20۔